مولا بخش محمدی۔ تھرپارکر

ترقی یافتہ دور کی تباہیاں

چند روز قبل اخبارات میں یہ اندوہناک اور افسوسناک خبر شائع ہوئی کہ وادیٔ مہران کے مشہور ادیب، انشا پرداز اور شاعر جناب "ماٹھینو اوٹھو" نے دریائے سندھ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے پانی میں چھلانگ لگا کر خودکشی کرلی کئی روز کی تلاش بسیار کے بعد اچانک جامشورو کے پل نمبر ۴۲ کے نیچے سڑی گلی اور بدبودار نعش پولیس کے ہاتھ آئی۔ یہ خبر پڑھ کر زبان سے بے ساختہ نکل گیا: انا للہ و انا علیہ راجعون۔

اخبارات نے بھی بڑی متاثر کن سرخیاں جمائیں مثلاً "کیا یہ نعش ماٹھینو اوٹھو کی ہے؟" وہ کئی روز سے مسلسل خودکشی کا ذکر کر رہے تھے۔ ماٹھینو کی پُراسرار خودکشی وغیرہ ویسے بھی اوٹھو صاحب ہمارے ادبی ہمعصر تھے۔ ان کی تحریر میں ایک منفرد انداز سے جذبات کی روانی تھی...... لیکن ان کی اچانک اور وہ بھی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان کی خودکشی کا پڑھ کر صدمہ ہوا۔ آخر وہ بھی ایک نوجوان انسان تھے۔ اب یہ بات قابل غور ہے کہ آخر وہ کیا اسباب تھے جن کے باعث اس نوجوان ادیب نے زندگی جیسی حسین اور سب سے پیاری چیز کو ٹھکرا کر خودکشی جیسا بزدلانہ اور قبیح فعل کرکے دنیا میں نشانہ ملامت اور اہل خانہ کے لئے ایک ناسور اور آخرت میں عذاب الیم کا شکار ہوا۔ مختلف ذرائع سے جو تفصیل سامنے آئی وہ بڑی دردناک داستان ہے۔

کہتے ہیں کہ ماٹھینو اوٹھو نے دنیاوی علوم میں اعلیٰ مقام حاصل کرکے انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی" میں اوّل پوزیشن حاصل کرکے "ماسٹر آف لائبریری سائنس" کی ڈگری حاصل کی تھی لیکن بدقسمتی سے دنیا و آخرت کو اپنے لئے تاریک کرکے چل بسے ان کی خودکشی کی داستان کچھ اس طرح ہے۔

وادیٔ ریگستان کے ایک صحرائی اور پسماندہ علاقہ میں پیدا ہوئے جہاں ابتدا ہی سے انہیں

دنیوی تعلیم دی گئی اور اسلامی تعلیم سے بالکل تہی دامن رکھا گیا۔ یہاں تک کہ وہ پوری طرح ایک جدیدیت پسند اور اسلام کو ناقابلِ عمل مذہب قرار دے کر ملحدانہ نظریات کے حامل بن گئے۔ زاں بعد اعلیٰ تعلیم کی غرض سے سندھ یونیورسٹی میں آکر داخلہ لیا جہاں ملحد اور اسلام دشمن طلبا کے ساتھ نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ مزید یہ کہ بدقسمتی سے ایک فاحشہ اور گندی ذہنیت کی حامل اور مغربی تہذیب کی دلدادہ لڑکی سے محبت کر بیٹھے۔ اس شیطان صفت لڑکی نے انہیں مکمل طور پر اپنے گیسوئے دراز کے جادو کا دلدادہ بنا لیا۔ ستم ظریفی یہ کہ ایسی غیرت وحیا سے عاری، نسوانیت کے لئے ایک بدنما داغ، عورت کو سندھ یونیورسٹی میں ایک پروفیسر کی حیثیت سے بچوں اور بچیوں کے ناپختہ ذہنوں کو ناپاک اور اخلاق بگاڑنے کا کام ایک استانی کی حیثیت سے سرانجام دے رہی تھی۔ دوسرے لفظوں میں قوم کی تعمیر کی بجائے تخریب کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔ اقبالؒ کے بقول ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

لیکن حسبِ دستور اس عیار اور چالاک فاختہ نے جب "اوڈھو" سے نظریں چرا کر کسی اور کو اپنے خوابوں کا شہزادہ بنانے کا عہد و پیمان کر کے ماٹھینو کو جان سے مار دینے کی دھمکیاں دینے لگی۔ جس کے صدمے سے بے حال ہو کر ماٹھینو نے خود کو دریائے سندھ کی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی لہروں کے حوالے کر کے زندگی کو خیرباد کہا، والدین کے علاوہ بہن بھائیوں اور ہونے والی بیوی کو داغِ مفارقت دے کر زندگی بھر ایک ناقابلِ تلافی المیہ سے دوچار کر کے چل بسے۔

اپنی نوعیت کا یہ ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ آئے دن اس قسم کے لاتعداد واقعات اخبارات کے صفحات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ کہ فلاں صاحب نے گھریلو معاملات سے تنگ آکر۔ فلاں صاحب نے طویل علالت سے بیزار ہو کر۔ فلاں صاحب نے فلاں معاملہ میں ناکام ہو کر خودکشی کر لی۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ خودکشی جیسا بزدلانہ اور قبیح فعل شریعت مطہرہ کی نظر میں کس قدر قابلِ مذمت اور خودکشی کرنے والے کے لئے کس قدر دردناک عذاب تیار ہے۔ یہ فعل کتنے عرصہ تک جہنم کی سلگتی ہوئی آگ میں خون کے آنسو رلائے گا۔ یہ کس قدر حماقت ہے کہ کہتے ہیں کہ فلاں صاحب نے خودکشی کر کے جان چھڑا لی۔ لیکن دراصل

معاملہ یہ ہے کہ ؎ اب تو کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

بلاشبہ خودکشی نہ صرف ایک عظیم گناہ ہے بلکہ انتہائی بزدلی کی آخری نشانی ہے۔ اس فعل کو خود خداوند تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔ خودکشی کرنے والا معاشرہ کے لئے ایک بدنما داغ اور شریعت وملکی قوانین دونوں کا مجرم ہے۔ وقتی مصائب ورنج سے گھبرا کر خودکشی کرنے کا انجام بے انتہا تاریک ہے۔ چونکہ زندگی ایک عطیہ خداوندی ہے۔ جسے اپنے ہی ہاتھوں سے تباہ وبرباد کرنا سب سے بڑی خیانت ہے۔ خودکشی کرنے والے پر نماز جنازہ تک پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے خود کو پہاڑ کی اونچائی سے گرا کر خود کو ہلاک کر لیا تو وہ جہنم کی تپتی ہوئی آگ میں ہوگا اور جہنم کی اونچائی اور گہرائی میں چڑھتا اور اترتا ہوگا۔ جس نے زہر پی کر خودکشی کی تو قیامت کے دن اس کے ہاتھ میں زہر ہوگا جسے وہ جہنم میں ہمیشہ پیتا رہے گا۔ جس شخص نے لوہے کی کسی چیز سے خود کو ہلاک کیا ہوگا تو وہ بروز قیامت لوہے کی وہی چیز اس کے ہاتھ میں ہوگی۔ جسے وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا۔ اس طرح جس طریقہ پر دنیا میں خود کو ختم کیا تھا وہ طریقہ بروز قیامت کرتا ہوگا۔ اور یہ بات ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ خودکشی اس معاشرے کے افراد کے لئے ایک تازیانہ عبرت ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ انسان زندگی جیسے سہانے تصور سے بیزار ہوکر آخر موت کو کیوں دعوت دیتا ہے وہ کیا اسباب و وجوہات ہیں جو انسان کو خودکشی جیسے مذموم فعل پر آمادہ کرتے ہیں۔ خود کو ہی موت کے تلخ اور بھیانک پنجوں میں دینا کوئی آسان بات نہیں۔ اگر ہم غور کریں اور ٹھنڈے دل سے حقیقت کا جائزہ لیں تو ہمارا معاشرہ خود سب سے بڑا مجرم اور قاتل ہے۔ حتّٰی کہ والدین تک کے ہاتھ اُن کے خون سے رنگین ہیں۔ آئیے ذرا حقائق سے پردہ اٹھاتے چلیں سب سے پہلے تو والدین مجرم ہیں۔ ویسے تو والدین بیحد شفیق ہوا کرتے ہیں۔ لیکن بعض مرتبہ ان کے فیصلے اولاد کو تباہی کے دھانے پر لاکے کھڑا کر دیتے ہیں۔ مثلاً یہ بدقسمت خودکشی کرنے والے "اوٹھو" کی زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال لی جائے تو یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ معاشرہ کے ساتھ اس کے والدین بھی اس کی خودکشی میں شریک ہیں۔ "اوٹھو" کے والدین نے بچے کو ہوش سنبھالتے ہی ایک لادین سکول میں داخل کرایا۔ جہاں مذہب اسلام کے سوا ہر چیز کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اسلامی تعلیم سے بالکل بچے کو محروم رکھا گیا۔ بلکہ کلام الٰہی

کی تعلیم سے نابلد رکھ کر ایسے اسلام دشمن، ملحد اساتذہ کے حوالے کیا گیا جو مذہب کے دشمن بلکہ مذہب کو افیم سے زیادہ خطرناک سمجھنے والے تھے۔ آخر ایسے گندے اور ناپاک ماحول میں تربیت حاصل کرنے والے بچے کو اسلام اور اسلامی تعلیمات سے کیا دلچسپی ہوگی۔ بلکہ سارے گھر کا ماحول بھی توہمات پرستی اور غیر اسلامی رسومات کا گہوارا تھا۔ گھر کے در و دیوار سے ہر قسم کی آواز آتی تھی لیکن کلام الٰہی کی مقدس آواز سے گھر بالکل محروم تھا۔ والدین نے بھی کبھی یہ نہیں سوچا کہ اس بچے کو ہم کس تباہی اور بربادی کی عمیق غار میں دھکیل رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں والدین ہی سب سے بڑے مفاد پرست، خود غرض، عاقبت نااندیش ثابت ہوئے۔ جن کی خواہش صرف ایک تھی کہ کسی بھی طریقے سے ہم بچے کو "بڑا صاحب" بنتے دیکھیں جو بلا امتیاز حلال و حرام نوٹوں کی جیبیں بھر بھر کے گھر لائے۔ پھر اس کے نتائج کتنے ہی بھیانک کیوں نہ ہوں۔ والدین نے خدا اور رسول کے فرامین پر ذرا برابر دھیان دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی جس کے نتیجے میں یہ تباہی اور بربادی نصیب ہوئی۔ کیا اسلام کے ان احکامات پر عمل کرانے کے لئے کوئی ذرہ برابر بھی کوشش کی گئی، کہ: (۱) بچے کا نام اسلامی طریقہ پر رکھا جائے جس کے سنتے ہی ایک مسلمان کا تصور ذہن میں آئے۔ (۲) بچے کو بولتے وقت سب سے پہلے کلمہ طیبہ کے مقدس الفاظ سکھائے جائیں۔ (۳) بچے کو ابتدا ہی سے اسلامی عقائد و احکام اور اسلامی اخلاق کا پابند کرایا جائے۔ (۴) پڑھنے لگے تو کلام الٰہی اور اسلامی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔ (۵) بچپن سے گندی صحبت سے پرہیز کرائی جائے (۶) سات برس کا ہونے پر نماز کا پابند کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے۔ اگر گیارہ برس کی عمر تک بھی نماز کا پابند نہ ہو تو گھر سے نکالنے تک کی کارروائی کی جا سکتی ہے۔ (۷) جس ماں کی گود میں پرورش پاتا ہو، اور جن دوستوں میں رہتا ہو وہ متقی صالحین خوفِ خدا رکھنے والے ہوں۔ (۸) لڑکا جب سن شعور کو پہنچ جائے تو کسی صالح اور نیک سیرت لڑکی سے شادی کر دی جائے۔ (۹) لڑکے کی صورت اور سیرت اسلامی رکھی جائے۔ (۱۰) بچے کے دل میں خدا اور رسول کے احکام و فرامین کا بے حد احترام ہونا چاہیئے، مگر یہاں اگر غور کیا جائے تو تقریباً سب باتوں کا فقدان نظر آئے گا۔ جب خدا اور رسول کے احکامات کو پس پشت ڈالا گیا تو خداوند قدوس کے غضب اور عذاب کا آنا عین انصاف نہیں تو اور کیا ہے۔ یہاں تو معاملہ بقولِ شاعر یہ ہے کہ ؎

پہلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

ماٹھیونوکو اسلامی تعلیم سے بالکل محروم رکھا گیا۔ نام تک غیر اسلامی رکھا گیا۔ گندے ماحول میں پرورش ہوئی۔ اساتذہ وطلبا برادری کی حالت ناگفتہ بہ اٹھائیس برس کی عمر ہونے کے باوجود شادی نہیں کرائی گئی۔ اس خودغرضی میں کہ لڑکے نے ابھی تک اعلیٰ تعلیم پوری نہیں کی۔ بلاشبہ یہ حادثہ ایک تازیانہ عبرت ہے صرف مقتول کو نشانہ ملامت بنانا حماقت ہے۔ مقتول کا اتنا قصور نہیں جتنا ماں باپ اور معاشرے کا قصور ہے۔ ماں باپ کی ستم ظریفیوں پر اکتفا کرنے کے بجائے غور کیا جائے تو معاشرہ بھی سخت مجرم نظر آئے گا۔ اس جدیدیت کے ماحول نے اگر ایک نوجوان کو اتنا تنگ کیا کہ بالاخر وہ موت کو ترجیح دے بیٹھے۔

ان قیمتی جانوں کے اتلاف اور نوجوانوں کی بے راہ روی، ذہنی پریشانی جس کے نتائج تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔ یہ صرف والدین کی غلط تعلیم وتربیت اور بے توجہی کے باعث نہیں بلکہ ان واقعات میں ہمارے معاشرے اور سماج کی جدیدیت، اسلام سے بیزاری اور بے راہ روی، جنسیت، عریانیت، فحاشیت کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔ سب سے پہلی ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ سفید سامراجوں سے آزادی ملنے کو طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک ہمارا معیارِ تعلیم اور نصابِ تعلیم، ماحولِ تعلیم سراسر عہدِ غلامی سے بھی بدتر ہے۔ ہمارے جدید نصابِ تعلیم میں ہر چیز موجود ہے، سوائے دینیات کے۔ اگر دینیات کا کتابچہ مقرر بھی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ اختیاری اور غیر ضروری ہے "مین سبجیکٹ نہیں" مزید یہ کہ اسلامیات پڑھانے کے لئے ایسے اساتذہ مقرر ہیں جو علوم اسلامیہ سے نابلد اور تہی دامن آپ ہماری تعلیم کی حالت اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ چند روز قبل ایک ممتحن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ بھائی! کیا پرائمری میں دینیات لازمی ہے یا نہیں؟ انھوں نے کہا: جی! مقرر تو ہے لیکن میں (ممتحن) خود قرآن پاک تک نہیں پڑھا ہوا ہوں" یہ تو ابتدائی سطح کی حالت ہے۔ ہائی سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کی حالت تو ناگفتہ بہ ہے۔ ایک نو بچے کو ابتدا ہی سے اسلام سے بالکل ناواقف رکھا جاتا ہے۔ پھر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں "مخلوط نظام تعلیم" کی لعنت نے رہی سہی کمی پوری کر دی ہے۔ خدارا انصاف کرو کہ پہلو سے پہلو ملائے ہوتے ایک نوجوان لڑکا اور ایک لڑکی وہ بھی ہوشربا میک اپ کرکے خوشبو سے معطر ہو کر نیم عریاں، باریک اور چست لباس میں ملبوس بازو سے بازو ملا کر بھلا کون سی تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ جوڑا استاد محترم کا لیکچر سنتا ہوگا یا کن افکار وخیالات کا شکار ہوگا؟ پھر اگر

اساتذہ ناراض ہوتے تو آئے دن اساتذہ کی پٹائی کی وارداتیں اخبارات کے صفحات میں محفوظ ہیں کیا ایسے ماحول کو تعلیم گاہ کہنا تعلیم کی توہین نہیں ؟ ستم بالائے ستم کی بھی کوئی حد ہوگی رہی سہی کسر اسٹیج ڈراموں نے پوری کردی ۔ جب طلباء ہیرو اور ہیروئین کا کردار کرتے ہوتے ایک دوسرے کو گلے سے لگا کر پیار کرتے ہیں ـــــ لعنت صد ہزار بار ایسی تعلیم پر ہواب تو سنا ہے کہ تعلیم گاہوں میں موسیقی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے تاکہ قوم کی بہو بیٹیوں کو ایکٹر اور گلوکارہ بنا کر یہ طائفے دیگر ممالک بھیج کر زرِ مبادلہ کمایا جاسکے اگر ان مخلص تعلیمی اداروں کے سربراہوں کو کسی چیز سے نفرت ہے تو وہ صرف اسلامیات سے ۔ اگر ایک طالب علم آٹھ دس برس کی محنت شاقہ کے بعد مدارس عربیہ سے سند لے کر یا فاضل عربی کا سرٹیفکیٹ تھامے صرف عربی ٹیچری جیسی معمولی سروس کے لئے سرکار نامدار کے دروازہ پر آکر دستک دیتا ہے ۔ تو جواب ملتا ہے ۔ "جناب ! عربی کی ضرورت نہیں کم از کم میٹرک تک لازمی ہے ۔ کیا اس کو اسلامی نظامِ تعلیم کہنا انصاف ہوگا ۔

اس دورِ جدید میں عموماً کہا جاتا ہے کہ اسلام ایک فرسودہ اور قدیم مذہب ہے ۔ جدید ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے ۔ جدید تعلیم اور نظام ایک نعمتِ عظمٰی ہے اور ترقی کی معراج ہے ۔ لیکن اگر بغائر نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ دورِ جدید جس قدر اندوہ و تاریکی ، وحشت و درندگی ، ظلم و ستم ، عدم استحکام و بے سکونی کا پیغام لایا ہے اس کی مثال تاریخِ ماضی میں کہیں بھی ملنا ناممکن ہے ۔ یہ دور ترقی کا نہیں بلکہ تنزل کا ہے آئیے مزید ایک نگاہ اپنے معاشرے پر ڈالیں مختلف شعبہائے زندگی کی ترقی کا جائزہ لیتے چلیں ۔

ازمنہ ماضی میں جو جنگیں جہالت و تعصب کی بنا پر لڑی گئیں وہی جنگ و جدال کشت و خون بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ آج کے اس دور میں "ترقی" کے نام پر تباہی و بربادی ظلم و استبداد بروتشدد روا رکھا گیا ۔ اس اٹیمی دور کی تباہی و بربادی کی داستان دہرانے کے لئے "ہیروشیما" کے درودیوار شاہد ہیں ۔ "ثقافت" کے نام پر ادیبوں ، شاعروں ، مفکروں ، پروفیسروں کے ذریعے دینِ حنیف کے خلاف ارتداد کی مہم چلائی جارہی ہے ۔ نئی نسل کو اسلام کے نام سے متنفر اور اشتراکیت کو نجات دہندہ ثابت کیا جارہا ہے ۔ توحید و رسالت ، حشر و نشر ، جنت و دوزخ کا منکر بنایا جارہا ہے ۔ آرٹ کونسلوں ، ثقافتی اداروں ، کالجوں ، یونیورسٹیوں ، ریڈیو ، ٹی وی ،
[illegible]

جا رہا ہے۔ جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ فلمی، رومانی، جنسی ڈائجسٹوں کی بے پناہ اشاعت جن کے اندر اور سرورق پر مرد و زن کا اختلاط عام ہوتا ہے۔ افسانوں اور ناولوں کے کرداروں سے اخلاقی تعفن و غلاظت اور جنسی انارکی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ فلم نے تو حد کر دی جنسیت و مار دھاڑ کے علاوہ فریب کاری، دھوکہ دہی، زنا، قتل اور لاقانونیت جیسی قبیح عادات کی باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے۔ یہیں پر رقص و سرود عشق و محبت جرمکاری بے حیائی، اغوا اور ڈکیتی جیسے اسباق ذہن نشین کرائے جاتے ہیں۔ مذہب اور اخلاق کا تمسخر اڑا کر عیاشی و بدمعاشی کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ بازاروں اور چوراہوں پر قدآدم پوسٹروں پر بے حیائی کے مناظر دکھا کر اس بدنصیب نئی نسل کو فلم دیکھنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ آئے دن کے واقعات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ نئی نسل جوانی سے قبل جنسیت سے واقف ہو جاتی ہے۔ ریڈیو جیسا مقبولِ عام ادارہ صبح و شام حیاسوز اور فحش گانے نشر کر کے اپنا حق ادا کر رہا ہے۔ کئی گانوں کا ہر ہر لفظ سفلی جذبات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ انہیں کے باعث قوم کی کئی بیٹیاں شادی سے قبل مائیں بن کر قوم کو خون کے آنسو رلا رہی ہیں۔

ع یہ سرخی بنتِ حاضر کے لبوں پر
تیری غیرت کا اے مسلم لہو ہے

کتنے شریف خاندانوں کی بہوؤں اور بیٹیوں کو حضرت فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نقشِ قدم پر چلنے کے بجائے ایکٹر، آرٹسٹ، اداکارہ، گلوکارہ اور اب تو کھلاڑی بھی بننے کا شوق جنوں کی حد تک پہنچ گیا ہے، عورت جو کبھی اپنی عفت و عصمت کی ضامن تھی وہ آج چراغِ محفل و زینت بازار بن کر فحاشی و عریانی کا دوسرا نام بن چکی ہے۔ بدقسمت عورت جو ماں بھی ہے بہن بھی، پھوپھی بھی ہے اور بیٹی بھی، قوم کی عزت بھی ہے اور قوم کی غیرت بھی ہے۔ جس نے دمشق کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا تھا۔ آج وہی معزز ہستی سینماؤں، بازاروں، مجلسوں، فلمی اور گھٹیا رسالوں میں بے حجاب ننگے منہ نیم برہنہ لباس، غیر مردوں کی گود میں دیکھ کر آنکھیں خون کے آنسو بہا رہی ہیں بقولِ شاعر

نہ رہی غیرت میاں میں نہ بیوی میں حیا باقی
میاں بیوی لٹے دونوں نئی تہذیب کے ہاتھوں

اب تو کھاتے پیتے گھرانوں کو وی سی آر نے وہ سب کچھ دکھا دیا جو آخری حد ہوتی ہے۔

تازہ رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ صرف کراچی میں دس ہزار وی۔سی۔آر موجود ہیں۔ جن کے ذریعے فعلِ مباشرت تک دکھایا جا سکتا ہے۔ جو اس بدنصیب قوم کی مائیں اور بہنیں، بھائیوں اور بیٹیوں کے پہلو سے پہلو لگائے دیکھتی ہیں۔ تاکہ جنسی تسکین کا سامان ہو سکے۔ اب اگر ٹی وی دیکھا جائے تو مایوسی ہوتی ہے "بیکس ملین ڈالرمین" سے لے کر دیگر ڈراموں تک جو انگریزی فلمیں دکھائی جاتی ہیں ان میں زیادہ تر برائی کی دعوت کے علاوہ کام کی چیز بہت کم ہوگی۔ یہاں تک کہ جب کوئی اشتہار پیش کیا جاتا ہے تو بھی کوئی خاتون ننگ و ناموس سے بے نیاز ہو کر ٹی وی کی اسکرین پر اپنے انگ انگ کی نمائش کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتی ؎

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگاہ، آئینہ دل ہے مکدر

غرض ایسے پُرآشوب دور میں اگر نوجوان طبقہ اس طرح تباہی و بربادی کی بھینٹ چڑھتا گیا تو نہ معلوم کل کی صبح کیسے طلوع ہوگی۔ کاش اگر ہم غور کریں کہ ہم مسلمانوں کا تشخص اور ضابطہ اخلاق دیگر اقوام سے علیحدہ ہے۔ اس پُرآشوب اور ہولناک دور میں کئی خاندان اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کو موت کی نیند سُلا کر اس نام نہاد مغربی معاشرہ کو دعوت دیتے ہیں کہ بتاؤ ان خودکشیوں اور ناحق قتلوں کا ذمہ دار کون ہے؟ کون مجرم ہے؟ کس کس کے ہاتھ خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عوام اور اس عبوری حکومت (جو اسلام سے محبت رکھتی ہے) کو توفیق بخشے کہ وہ ان اسباب پر غور کر کے ایسے اقدامات کرے جو امن کے ضامن ہیں۔

یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک۔ (آمین)

وما علینا الا البلاغ